جانوروں سے دلچسپی رکھنے والا عربی کا ایک قدیم شاعر

(از ڈاکٹر فارق ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

میں صولی (متوفی ۳۳۵ھ) کی کتاب الاوراق کا مطالعہ کر رہا تھا کہ عباسی دور کے ایک شاعر کا ذکر آیا جس کو جانوروں سے خاص دلچسپی تھی اور جس نے ان کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا تھا۔ مجھ یہ بات انوکھی معلوم ہوئی کیونکہ عربی شاعری میں اس طرز کی شاعری فن یا صنف کی حیثیت سے مجھے نظر نہ آئی تھی اور اپنی رسائی کی حد تک باوجود تلاش کے تذکروں اور ادب کی کتابوں میں ای شعر بہت کم ملے تھے جن میں پرندوں کی موت پر مرثیے یا موذی جانوروں کی شکایت میں دلچس و مزاحیہ نظمیں لکھی گئی ہوتیں۔

مجھے اس وقت ہندوستانی کا یہ طعنہ یاد آیا کہ عربی شاعری میں اونٹ کے ذکر کے سوا کیا اور یورپ کے بعض نقادوں کی یہ شکایت دل میں تازہ ہوئی کہ عربی شاعری میں یکسانیت زیا ہے اور زندگی و فطرت کی رنگینیاں بہت کم ہیں۔"

یہ رائے اس وقت تک جب میں معلقات اور ابو زید قرشی (متوفی ۱۷۰ھ) جمہرۃ پڑھتا ایک حد تک مجھے درست معلوم ہوئی تھی . . . . ایک حد تک میں نے اس لئے کہا کہ ان مجموعوں میں بھی اونٹ کے ذکر کے علاوہ اور بہت سی قدر و قیمت ک چیزیں اور زندگی و فطرت کی عکاسیاں موجود ہیں۔

بہر حال مجھے یہ احساس ضرور تھا کہ عربی شاعری کا دامن تنگ ہے اور اس میں زندگ کا دھارا اس شدت گہرائی اور پھیلاؤ کے ساتھ نہیں بہتا جیسا کہ بعض دوسری زبانوں میں بہ آتا ہے لیکن مخصوص اور رائج دیوانوں کی تنگنائے سے جب قدم باہر نکلا اور لٹریچر کے د

میدانوں میں داخل ہو کر حجاز و عراق، ایران و شام، مصر و اسپین کی عربی شاعری کے نمونے دیکھیے اور مشہور شعراء کی شاعری کے مرصع محلوں سے باہر جا کر گمنامی میں پڑے ہوتے شعراء سے ملاقات کی تب عربی شاعری کے نقائص کا دھندلکا آنکھوں کے سامنے سے ہٹنے لگا اور زندگی و فطرت کی نیرنگیوں کی تصویریں چلتی پھرتی نظر آنے لگیں۔

پھر بھی مجھے توقع نہ تھی کہ عربی شاعر کے دل میں پرندوں، پتنگوں اور پالتو جانوروں کے لئے بھی کوئی اچھی یا بری جگہ ہو گی اور عربی شاعری میں ان کے ترانے بھی گونجے ہوں گے لیکن صولی کی کتاب الأوراق کے قسم الشعراء کو دیکھنے کے بعد یہ امید ہو چلی ہے کہ عربی شاعری میں ابھی اور بہت سے اعجوبے چھپے ہیں اور کتاب الأوراق کی طرح جس کو مطبوعات کی دنیا میں پہلی بار آتے صرف چودہ برس ہوتے ہیں جب مصر، ترکی اور یورپ کے کتب خانوں میں روپوش بہت سے دوسرے تذکرے کھلی ہوا میں آئیں گے تو عربی شاعری کی نئی نئی طرزوں اور رنگینیوں کا پتہ چلے گا۔

یہاں میں اس شاعر کی جانوروں سے متعلق نظموں کی اقتباس کا ترجمہ پیش کروں گا جس کو پڑھ کر شاید ہندوستانی اپنی رائے بدلنے پر مجبور ہو گا اور عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کو عربی شاعری کے بارے میں ایک نئی یا کم از کم خوش آیند بات معلوم ہو جائیگی۔

تھوڑا سا شاعر اور اس کے ماحول کا تعارف ضروری ہے، اس کا سن پیدائش اور وفات مجھے نہ معلوم ہو سکا، لیکن یہ دوسری و تیسری صدی ہجری کا شاعر ہے اور اپنی شاعری میں اس نے ایک جگہ ۷۳ برس کا ہونے کی تصریح کی ہے (صولی ص۱۷۱)

اس کا نام قاسم تھا یہ کوئی پیشہ ور شاعر نہ تھا بلکہ سرکاری ملازم تھا، اس کا تعلق کاتبوں کے ایک ممتاز خاندان سے تھا، کاتب اصطلاحی زبان میں محرر اور سکریٹری کو کہتے ہیں، محرر معمولی قسم کا کاتب تھا سکریٹری چوٹی کا ان دونوں کے درمیان کاتبوں کے متعدد مدارج تھا، اور ہر شعبۂ حکومت کے الگ الگ کاتب ہوتے تھے مثلاً قاسم کا تعلق خط و کتابت اور محصولات کے شعبوں سے تھا۔ سب سے اہم سکریٹری دو تھے، ایک کاتب الرّسائل یعنی خط و کتابت کے شعبہ کا سکریٹری

اور دوسرا کاتب الخراج یعنی شعبۂ محصولات کا سکریٹری یہ دونوں عہدے کبھی کبھی ایک شخص میں بھی جمع ہو جاتے تھے، محرر خلیفہ یا وزیر یا سکریٹری کے ملفوظات کو تحریر کرتا تھا جیسے آج کل کے اسٹینو ہوتے ہیں، سکریٹری کے رتبہ کا کاتب بادشاہ، وزیر یا گورنر کا عندیہ معلوم کر کے اپنے الفاظ میں لکھ کر نافذ کراتا، انکو مشورہ دیتا اور ان کا رازدار و مقرب ہوتا تھا، اس کو حکومت کی پالیسی عہدہ داروں کے عزل و نصب میں دخل ہوتا تھا، اس رتبہ کا کاتب اکثر وزیر بھی ہو جاتا تھا جیسے مشہور برمکی وزیر یحیٰ فضل اور جعفر تھے یا جیسا کہ خود قاسم کا بھائی أحمد تھا

یہ تو کاتب کی سیاسی حیثیت تھی، اس کی علمی حیثیت یہ تھی کہ وہ عربی ادب، نثر و نظم دونوں کا فاضل ہوتا، مضمون نویسی میں ماہر ہوتا، نپے تُلے، مختصر اور بلیغ الفاظ میں احکام نویسی کا سلیقہ رکھتا، اس سلیقہ کو فن توقیع کہتے تھے، یحیٰ برمکی وزیر کو اس میں ید طولیٰ حاصل تھا، برمکیوں کے مٹنے پر (۱۸۷ھ) ان کی توقیعات کی بڑی مانگ ہوئی اور جس طرح آجکل ٹکٹ وغیرہ جمع کرنے کا فیشن ہے جعفر کے توقیعات جمع ہونے لگا اور اس کے ہر توقیع (حکم جو سرکاری کاغذات کے نیچے مختصر الفاظ میں لکھا جاتا تھا) کی قیمت ایک دینار (تقریبًا ساڑھے پانچ روپے) تک پہنچ گئی (کتاب العبر ابن خلدون ۲۰۷/۱)

یہ دونوں حیثیتیں قاسم کے باپ، دادا اور بھائی کو حاصل تھیں، ان کا پردادا صبیح کوفہ کے ایک عرب اُموی سکریٹری کا قبطی (قدیم مصر کا غیر عرب باشندہ) غلام تھا، اس کا دادا قاسم یعنی صبیح کا لڑکا اس عرب کی سرپرستی میں لکھ پڑھ گیا اور بنو امیہ کے آخری زمانہ میں کوفہ کے دفتر میں سکریٹری کے منصب پر فائز ہوا اس نے بڑی ترقی کی اور اموی خلیفہ ہشام کا سکریٹری ہو گیا عباسی دور کی ابتداء میں خلیفہ منصور (۱۳۶ تا ۱۵۸) کے چچا ابن علی نے اس کو اپنا سکریٹری مقرر کیا یہ یحیٰ برمکی کا بڑا دوست تھا اور مضمون نویسی میں قابل ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔

قاسم کا باپ یا صبیح کا پوتا یوسف نہایت عمدہ مضمون نویس، مقرر اور شاعر تھا، اس نے اپنے باپ کے ساتھ سرکاری دفتروں میں سکریٹری شپ کی ٹریننگ حاصل کی تھی، خلیفہ

منصور نے تاسیس بغداد (۱۴۵ھ) سے پہلے اس کو اپنے کوفہ کے دفتر میں متوسط درجہ کی سکرٹری کا منصب عطا کیا اور اس کی تنخواہ دس درھم یومیہ (تقریباً ساڑھے پانچ روپئے) سے بڑھا کر پندرہ درہم کردی، پھر مہدی (منصور کا لڑکا اور جانشین از ۱۵۸ تا ۱۶۹ھ) کے وزیر یعقوب بن داؤد نے اسکو اپنا سکریٹری مقرر کیا، اس کے خطوط توقیعات اشعار اور چیدہ چیدہ واقعات صولی نے لکھے ہیں، رشید کے زمانہ میں (۱۷۰ تا ۱۹۳ھ) وہ برمکی وزیر یحیٰی کے ساتھ غالباً سکریٹری کی حیثیت سے رہا اور اس کی غیر موجودگی میں دفاتر کی نگرانی اعلیٰ (دیوان الأزمّۃ) اور سرکاری احکام نویسی (توقیع) کے اہم ترین فرائض انجام دیتا تھا، قاضی ابویوسف (شاگرد ابوحنیفہ) سے اس کی دوستی تھی۔

یوسف کے دو لڑکے بہت مشہور ہوئے، ایک قاسم (شاعر زیر بحث)، دوسرا احمد قاسم احمد سے بڑا تھا اور احمد کے بعد تک زندہ رہا، احمد آسمانِ کتابت میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ چمکا، بنو سہل کے بعد یہ مامون (۱۹۸ تا ۲۱۸ھ) کا وزیر ہوا، شاعری اور مضمون نویسی میں اس کا پایہ بہت بلند تھا، سکریٹریوں کی ایک مجلس میں تنچھلے سکریٹریوں کی ادبی قابلیت پر تبصرہ ہوا تو سب نے متفقہ طور پر رائے ظاہر کی کہ عباسی دور کے سکریٹریوں میں مضمون نویسی کے لحاظ سے دو آدمی چوٹی کے ہیں ایک احمد بن یوسف دوسرا ابراہیم بن عباس (صولی ص۲۰) عہد عباسی کا نہایت لائق مضمون نویس اور شاعر، متعدد خلفاء کے مراسلات کے شعبوں کا صدر تھا اس کی دفات بقول مصنف أغانی ۲۰/۹، ۲۴۳ھ میں ہوئی ابوتمام کی یہ رائے اس کی شاعری پر بہترین گواہ ہے اگر ابراہیم بادشاہوں کی ملازمت کی طرف مائل نہ ہوا ہوتا تو کسی شاعر کے لئے روٹی کا سہارا نہ چھوڑتا (فہرست ابن الندیم ص۱۸۶)

قاسم کے مفصل حالات ہم کو نہیں معلوم ہیں، حکومت سے اس کی وابستگی کب تک اور کس کس نوعیت کی رہی ہم نہیں بتا سکتے غالباً یہ اپنے بھائی احمد کے ماتحت سرکاری مناصب پر سرفراز رہا ہوگا، صولی نے اس کے ایک منصب کی تصریح کی ہے وہ لکھتا ہے کہ جب مامون نے احمد کو وزیر مقرر کیا تو احمد نے صوبہ سواد کی تحصیل لگان قاسم کے سپرد کردی اور قاسم نے اپنے

پر مشتمل موذی جانوروں کی شکایت میں ہیں جیسے مچھر، پسو، کھٹمل، چیونٹی، چوہا وغیرہ اور چار نظمیں ایک سو ترپن اشعار پر مشتمل، قمری، شاہ رُخ (باز یا اُس جیسا شکاری پرندہ) بلی اور بکری کے لمبے مرثیے ہیں ان سارے اشعار کا ترجمہ نہ تو یہاں مناسب ہوگا نہ قارئین کے لئے دلچسپ اس لئے ہر نظم کے چیدہ چیدہ حصے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

میرے پیش نظر کتاب الاوراق کا پہلا اڈیشن ہے جو ایک علم دوست انگریز نے پروفیسر گب، ڈاکٹر طٰہٰ حسین وغیرہ کی تلقین و مدد سے چھاپا ہے اس میں شک نہیں کہ اڈیٹر نے بڑی محنت و قابلیت سے کام کیا ہے پھر بھی کتاب اور خاص طور پر اس کے شعری حصے ابھی تہذیب و تصحیح کے محتاج ہیں، میں نے اپنی بے مائگی کے باوجود ترجمہ کرتے وقت کہیں کہیں لفظی تصرف کرنے کی جرأت کی ہے۔

بکری (سوداء) کا مرثیہ

۱:۱ اے آنکھ ہماری بکری سوداء پر خوب رو جو سونلی دلھن کی طرح تھی رخصت کے دن۔

۳۔ اس کے دو پتلے باریک سینگ تھے اور دو تھن بھرے ہوئے ڈولوں کی طرح

۴۔ اس کی گردن اور آنکھیں نوجوان وحشی ہرنیوں کی طرح تھیں۔

۵۔ اس کے کان لمبے تھے، چہرہ بیضادی اور دانت مسکراتے وقت چمکتے تھے۔

۶، ۷، ۸۔ ان تین شعروں میں اس کی مزید جسمانی خوبصورتی بیان کی گئی ہے۔

۱۰۔ آپ چاہتے تو کہہ سکتے تھے کہ وہ ایک پردہ نشین خاتون تھی جس کی خدمت کے لئے انائیں اور خدمتگار مامور تھے۔

۱۱۔ اس جیسی کہاں ہو سکتی ہے وہ تو بادشاہوں اور وزیروں کی بہترین دودھ دینے والی بکریوں میں سے چُنی گئی تھی۔

۱۴۔ اس کی غذا کھجور کی گٹھلیاں، کھلی، ٹکڑے، عمدہ روٹی اور حلوا تھی۔

۱۵۔ گرمی میں ٹھنڈے پانی کے مزے اُڑاتی۔ سردی میں آگ سے تاپتی۔

۱۶۔ ہم نے اس کے لئے جھولداریاں لگادی تھیں اور اس کی دیکھ بھال کے لئے لونڈیاں اور آزاد عورتیں مقرر کردی تھیں۔

۱۷۔ وہ سب اس پر مہربان تھیں اور محبت سے ماں باپ اس پر صدقہ قربان کرتی تھیں۔

۱۸، ۱۹، ۲۰۔ ان تین شعروں میں اس کی پاکبازی اور شرم وحیا کی تعریف ہے۔

۲۱۔ اس کو اونی جھول اڑھائی جاتی، اور اس کے گلے میں تعویذ باندھ دیا گیا تھا تاکہ دشمنوں کی نظر نہ ہو جاتے۔

۲۲۔ لیکن اس کے بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ آئی جب اس کی موت کا حادثہ ہمارے اوپر نازل ہوا۔

۲۳۔ وہ تو قبر کی مٹی میں مل گئی لیکن اس کی تعریف زندہ ہے۔

۲۴۔ میں سوداء کی خوبیاں نہیں بھول سکتا جب تک زمین پر بادل برستے رہیں گے۔

۲۶۔ مجھے سوداء پر صبر آجائے یہ ممکن نہیں، سوداء نے صبر مجھ سے چھین لیا۔

۲۷۔ وہ عربی نسل کی تھی، حسب نسب میں عمدہ، اور خلفاء کے گھر میں پرورش پائی تھی۔

۲۸۔ گرمی میں اور سخت سردی میں جب آندھیاں چلتیں وہ نہایت اچھی ماں ثابت ہوتی

۳۰۔ وہ بغیر کسی وقت کے صرف تھنوں پر ہاتھ پھیرنے سے دودھ دے دیتی تھی۔

۳۱۔ وہ صبح شام دو برتن دودھ سے بھر دیتی تھی۔

۳۴۔ کتنے دنوں سوداء نے صبح شام اور دوپہر پیالے بھر بھر کر ہمیں دودھ پلایا ہے۔

۳۵۔ کس قدر ہم نے اس کا خالص اور بلویا ہوا دودھ اور اس کے دودھ کا شربت پیا ہے

۳۸، ۳۹۔ اے سوداء تو نے اپنے چھوٹے بکروں اور دودھ پیتی بکریوں کا (جو خوب دودھ پی کر اور اچھی غذا کھا کر موٹی تازی ہو گئی تھیں) قلیہ اور بھنا ہوا گوشت کس قدر ہم کو کھلایا ہے۔

۴۲۔ تو زندہ بادل تھی، تو بہار تھی، تو عمدہ تعریف کی مستحق ہے۔

۴۳۔ اگر زندہ زرِ مخلصی دے کر مردہ کو بچا سکتا تو ہم تجھ کو بچا لیتے چاہے ہم کو کتنا ہی خرچ کرنا پڑتا

۴۴۔ اے سوداء تو بہت اچھی تھی کاش تو زندہ رہتی۔

۲۔ چھوٹے کیڑوں کی شکایت۔ کھٹمل، مچھر اور پسّو

۱۔ ہم چھوٹے کیڑوں کی (کھٹمل) مصیبت میں مبتلا ہوئے جو نہایت بدذات کیڑے ہیں۔
۲۔ جو بھاگتے پھرتے ہیں، کثرت سے ہیں، بے قرار ہیں اور بے قرار رکھتے ہیں۔
۳۔ جو لوگوں کا خون بہاتے اور پیتے ہیں۔
۴۔ جو ہمارے ساتھ بستر اور کپڑوں میں رہتے ہیں اور ہمارے اوپر کودتے پھرتے ہیں۔
۵۔ ہم میں سے کوئی بے چین ہو کر کھجلاتا ہے، کوئی کپڑوں میں ان کو تلاش کرتا ہے۔
۶۔ اور کنیزیں سامان جھاڑتی ہیں۔
۷۔ یہ موذی ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں، جسم پر خراش ڈالتے ہیں، یہ شکاری ہیں، قاتل ہیں،
۸۔ انگلی اور کپڑے ان کے خون سے رنگ جاتے ہیں۔
۹۔ پھر یہ خون کے دھبّے دھونوں کے دھوئے نہیں چھوٹتے۔
۱۰۔ ہمارے اوپر چھوٹے کیڑوں کی (مچھر) مصیبت نازل ہوئی جو اُڑتے اور نیچے اُترتے
۱۱۔ جو زخمی کرتے ہیں، جسم میں گھس جاتے ہیں، جو خود جاگتے اور دوسروں کو جگاتے ہیں
۱۲۔ جو سونے کے وقت جگانے کی بانسری بجاتے ہیں۔
۱۳، ۱۴۔ جو لمبی زخمی کرنے والی لٹکتی ہوئی سونڈوں سے خون پینے نیچے اُترتے ہیں۔
۱۵۔ اُن سونڈوں کا بھالا بہادر سپاہی کے بھالے سے زیادہ کارگر ہوتا ہے۔
۱۶۔ ان کی وجہ سے جسم پر بہت سے بدنما داغ پڑ گئے ہیں۔
۱۸۔ جس کے یہ کاٹتے ہیں وہ ان سے بدلہ لینے کے لئے خوب منہ پر طمانچے مارتا ہے۔
۱۹۔ اور کہیں ہزاروں میں ایک اس کے ہاتھ آتا ہے۔
۲۱، ۲۲۔ اور ہم پسوؤں کی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ جو جسموں میں چمٹے رہتے ہیں۔
۲۳۔ اور وہاں پہنچ جاتے ہیں جہاں چھونے والے کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔
۲۴۔ نہیں بلکہ وہ تو آنکھ تک سے نظر نہیں آتے۔

۳۔ بلّی کا مرثیہ

۵۔ وہ تیندوؤں کی طرح جھپٹ کر یا زمین سے جمپٹ کر شکار کرتی تھی۔
۶۔ وہ جب گھات میں ہوتی تھی، چوہے سہمے ہوئے بل میں دُبکے رہتے تھے۔
۷۔ اگر کوئی چوہا ذرا سر نکال دیتا تو پھر وہ بل میں واپس نہ جا سکتا تھا۔
۸۔ گویا موت اس کے ہاتھ میں ہوتی تھی جب وہ اس کی دچوہے، طرف بڑھتی تھی۔
۹۔ گویا وہ تیندوے کی طرح پیٹ کے بل رینگتی اور ناگن کی طرح تیزی سے بل کھاتی بھاگتی
۱۲۔ گھر کی محافظ تھی حریف اگر پیچھا کرتا تو جوابی حملہ کرکے اس کو بھگا دیتی۔
۱۳۔ چھتوں پر جاکر رو دیا کرتی تھی جیسے اس کا کوئی عزیز جاتا رہا ہو۔
۱۴۔ جب رات کو گھر کے سب لوگ سو جاتے وہ جاگتی تھی۔
۱۸۔ کھانے کے وقت وہ موجود ہو جاتی اور دسترخوان کے ٹکڑے اس کو ڈال دئے جاتے۔
۱۹۔ کڑاکے کی ٹھنڈی راتوں میں وہ نماز کے وقت ہمارے پاس آتی تھی۔
۲۰۔ ہم اس کی صحبت سے خوش تھے وہ ہماری صحبت سے۔
۲۱۔ پھر ہلاکت کا ایک ایسا حادثہ نازل ہوا کہ وہ خاک میں مل گئی۔
۲۲۔ اور چوہے گھر میں بے خوف ہو کر آنے جانے لگے۔
۲۳۔ ہماری دیواریں کھود کر برباد کرنے لگے اور ہمارے کپڑے خوب کاٹ کاٹ کر ناس لگانے لگے
۲۴۔ جب لوگ سو جاتے ہیں تو خورد ونوش کے ذخیروں میں سے کھا جاتے ہیں۔
۲۵۔ روٹی کے ٹکڑے، بچا ہوا ستو اور پنیر کے ٹکڑے تک نہیں چھوڑتے۔
۲۶۔ اور بڑی چالبازی سے اپنی دُمیں شیشیوں میں ڈال کر تیل پی جاتے ہیں۔
۲۷۔ ہمارے چراغوں کا تیل سرکش ڈاکوؤں کی طرح چرا لیتے ہیں۔
۲۸۔ چھتوں میں اس طرح دوڑتے پھرتے ہیں جیسے عمدہ گھوڑے دوڑ کے میدان میں مقابلہ کرتے ہوں۔

۴۔ چیونٹیوں، چوہوں اور چڑیوں کی شکایت

۱۔ گھر کی رونق رینگنے والوں اور اُڑنے والوں سے تباہ ہوگئی ہے۔

۲۔ ہماری کچھ بُری پڑوسنیں ہیں جو اپنے پڑوسیوں کو ستاتی ہیں۔

۳۔ جو کھیتی تو نہیں کرتیں لیکن زمین جوتتی ہیں جب ان کے لشکر نکلتے ہیں۔

۴۔ اُن فوجی دستوں کی طرح منظم جو حملہ آوروں سے مقابلہ کرنے جاتے ہیں۔

۱۲۔ دوڑ کے گھوڑوں کی طرح ان کی باڑیں سوراخوں سے باہر نکلی چلی آتی ہیں۔

۱۴۔ ہماری کچھ اور پڑوسنیں ہیں جن کی پاکباز بڑی بدکار ہیں۔

۱۵۔ جو بہت مفلس ہیں، خدا نہ کرے ان کی مفلسی کبھی دور ہو۔

۱۶۔ جو فاسق ہیں، چور ہیں، نقب زن ہیں۔

۱۸۔ جو گھر والوں کا کھانا کھا جاتے ہیں ان میں اوپر سے اتر کر یا نیچے سے آکر۔

۱۹۔ اور ہمارے پڑوسیوں میں سانپ ہیں جو مارنے والوں پر حملہ کرتے ہیں۔

۲۰۔ جو رسی کی طرح کھل جاتے ہیں اور ڈھال کی طرح گول ہو جاتے ہیں۔

۲۲۔ جو پانچ پانچ ہاتھ اور دس دس بالشت لمبے ہیں۔

۲۴۔ رہے پرند تو چڑیاں ان سب میں بدذات ہیں۔

۲۵۔ گویا لوہار کے ہتوڑے ان کی چونچوں میں بھرے ہیں۔

۲۷، ۲۸۔ ان کے پڑوس میں خُطّاف، زُرزر اور فاختائیں آباد ہیں جن سے کبھی وہ ما[illegible] ہو جاتی ہیں کبھی انجان بن جاتی ہیں۔

۳۰۔ یہ مختلف قسم کے باہم مانوس و غیر مانوس پرندے تنکے اور انڈے گراتے رہتے ہ[illegible]

۳۱۔ اور ہمارا گھر بیٹوں سے بھر جاتا ہے، خدا ان کا ناس کرے۔

۳۲۔ اور ایک شخص ہر وقت جھاڑو لئے صفائی کے لئے موجود رہتا ہے۔

۵۔ شاہ رُخ کا مرثیہ

۱۔ اے ابوسعد (شاہ رُخ کی کُنیت جو خطاب احترام ہے) تیری موت سے گھر اور میدان

۲۔ قسمت نے تیری موت کا ہمیں داغ دیا اور یہ ہمارے بہترین عزیزوں پر بھی ہاتھ ڈالتی ہے۔
۳۔ ہماری فکر و احتیاط اس کو نہیں ٹال سکتے۔
۴۔ زمانہ نے تجھ کو ہم سے چھڑا کر مصیبت میں ڈال دیا اور زمانہ کا کام یہی ہے
۵۔ زمانہ نے ہم پر ظلم کیا اور ہم اس سے انتقام نہیں لے سکتے۔
۶۔ تیرے بعد غم کے جھکوں سے دلوں میں زخم پڑ گئے۔
۸۔ تیری موت کے دن گھر والے اور پڑوسی سب روتے۔
۹۔ تیرے بعد ان کا ستون قوت ٹوٹ گیا۔
۱۰، ۱۱۔ دشمن، بدبودار کیڑے، سانپ اور چوہے گھر میں آزاد ہو کر حملے کرنے اور بربادی پھیلانے لگے۔
۱۲۔ جب تک تو تھا یہ ذلیل تھے اور ان کی دال نہ گلتی تھی۔
۱۴۔ اے ابو سعد خدا کرے تیری قبر پر خوب بارش ہو۔
۱۵۔ تو ادھیڑ تھا، منکسر مزاج، باادب، باوقار۔
۱۶۔ جب شکار تیری رسائی میں آجاتا تو پھرتی سے تو پکڑ لیتا تھا۔
۱۷۔ اور اگر بھاگ کر پکڑنا ممکن نہ ہوتا تو گھات اور دھوکہ سے کام نکالتا۔
۱۸۔ چھپ کر یا سوراخ میں بھاگ کر تجھ سے کسی کا جان بچانا ممکن نہ تھا۔
۱۹۔ ہر دن تو دشمنوں پر چھاپے مارتا اور حملے کرتا تھا۔
۲۰، ۲۱۔ اگر اپنے حریف سے اس کو لڑنا پڑتا تو شیر بیشہ کی طرح اس کو دبا کر غلبہ پا لیتا تھا
۲۲، ۲۳۔ رات میں بہت کم سوتا، لمبے لمبے ڈگ بڑھا کر چلتا رہتا، خوب چوکنا اور مستعد رہتا
۲۸۔ پرندوں کا بادشاہ تھا، ان میں اس کو بڑا مرتبہ اور عزت حاصل تھی۔
۳۰۔ اس کا رنگ سفید زردی مائل تھا۔
۳۱۔ اس کی چونچ اور پنڈلیاں زرد و گلابی تھیں۔

۳۲۔اس کا سر گولائی لئے ہوئے تھا اور پیر کشادہ تھے۔

۶۔قمری کا مرثیہ

۱۔کیا کسی کو اس زمانہ کے حادثوں سے امان ہے؟

۲۔شب و روز ہر نئے کو پرانا کرتے ہیں اور خود پرانے نہیں ہوتے۔

۷،۸،۹۔قمری سترہ برس تک ہمارے شریف ترین ساتھیوں اور مخلص ترین دوستوں میں سے تھی

۱۰۔پھر زمانہ کے ایک حادثہ نے اچانک اس کو غارت کر دیا۔

۱۱۔قمری کفن میں لپٹی ہوئی قبر کی مٹی ہو گئی۔

۱۲۔آبادی کے ایک سنسان گھر میں رہنے لگی۔

۱۳۔دل اس کی موت کی شدت سے زخمی ہو گئے۔

۱۴۔جگر میں بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح غم کے چھپکے لگنے لگے۔

۱۵۔آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بند نہیں ہوتی۔

۱۶۔قمری سے گھر والوں اور پڑوسیوں کو بڑا اُنس تھا

۱۸۔۱۹۔وہ بڑی خوش مزاج اور خندہ رو تھی، جب کوئی اس کے پاس آکر آنکھ یا انگلی سے اشارہ کرتا تو جواب دیتی تھی۔

۲۰۔رات میں چہکتی اور اذان دیتی تھی۔

۲۱۔اور خوب صاف صاف اور دستوا اور دستوا کہتی تھی۔

۲۲۔بہت دن تک مَعْبد، ابن سُرَیج، اور غَرِیض (پہلی صدی ہجری کے تین مشہور گویّے) کی لَے میں گانے سُنا کر مجھے وجد میں لاتی رہی۔

۲۹۔اس کی آنکھیں یاقوت کی طرح سُرخ تھیں؛ ۳۰۔اس کے پیر جیسے سرخ نیلے رنگے تھے

۳۱۔اس کا سر جیسے بانس کی شاخ پر نصب تھا (یعنی اس کی گردن لمبی اور خوبصورت تھی)

۳۲۔اس کا رنگ جنت کے لباس کی طرح سبز تھا؛ ۳۷۔افسوس تیرا ثانی یا تجھ سے ملتا جلتا نہیں مل سکتا

۳۸۔تجھ جیسا کھیل تماشہ والا کبھی پیدا نہ ہوا ہوگا۔

چین کے مسلمان

ڈاکٹر یوسف شخت کے قلم سے

مترجمہ مولانا فضل الرحمن صاحب باقی غازی پوری لکچرر عربی کلکتہ یونیورسٹی

تمام مسلمان چین کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس حدیث سے جانتے ہیں جو کہتی ہے کہ "علم کو طلب کرو اگرچہ وہ چین میں ہو"

اسلام سے پہلے ہی چین کے ساتھ عربوں کے تجارتی تعلقات قائم ہوچکے تھے اور وہ لوگ کسی قدر اُس ملک سے واقف ہوچکے تھے پہلی صدی ہجری میں یہ تجارت بہت ترقی کر گئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ ظہور اسلام کے ساتھ چین میں خاندان تانگ (T'ang) کے ہاتھوں میں عنانِ حکومت آئی چین کی سرکاری تاریخ میں سب سے پہلی بار عربوں اور مسلمانوں کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

"خاندان تانگ کی حکمرانی کے ابتدائی عہد میں مملکت "مدینہ" سے غیر ملکیوں کی ایک بہت بڑی تعداد کینٹن میں آئی۔ وہ لوگ آسمانوں کے پروردگار کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن کی عبادت گاہوں میں بت اور تصویریں نہیں پائی جاتی ہیں اور وہ لوگ نہ سور کا گوشت کھاتے ہیں اور نہ شراب پیتے ہیں اور جن جانوروں کو خود ذبح نہیں کرتے اُن کے گوشت کو حلال نہیں سمجھتے انھوں نے کینٹن میں خوبصورت اور عظیم الشان مکان تعمیر کئے ہیں۔ اور فغفور چین نے اُن کی استدعا پر ان کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی ہے وہ لوگ خوش حال اور دولتمند ہیں اور خود اپنے میں سے ایک شخص کو اپنا سردار منتخب کر لیتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔"

جینیوں اور عربوں کے درمیان تبادل سیاسی | چین کے بادشاہ مغرب میں حکومت عربیہ کی بڑھتی ہوئی طاقت

کو بہت غور و توجہ سے دیکھتے رہے اور جب فیروز بن یزدجرد نے اُن سے عربوں کے مقابلے میں جنگی مدد طلب کی تو انھوں نے نہ صرف یہ کہ اس کو خوش اسلوبی کے ساتھ رد کر دیا بلکہ اُس کے برعکس خلیفہ عثمان بن عفان کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا جس کے جواب میں حضرت عثمان بن عفان نے بھی اپنی فوج کے ایک کمانڈر کو ۳۱ھ میں چین بھیجا یہ تبادلِ سیاسی دوسری بار ۹۲ھ میں ہوا جب کہ قتیبہ بن مسلم نے بعض ایلچیوں کو چین کے شاہی دربار میں بھیجا اور اُس کے بعد کے پینتالیس برسوں میں کم سے کم اُنیس سیاسی مشن چین میں بھیجے گئے۔ خلفائے عباسین (جن کو چینی سیاہ پوش عرب کہتے تھے) میں سے ابو العباس، ابو جعفر، اور ہارون الرشید نے جو سفارتی وفود وہاں بھیجے تھے وہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ہارون الرشید کے سفیروں نے حکومت چین سے ایک جنگی معاہدہ بھی کیا تھا اور اس طرح یہ دونوں ایک دوسرے کے حلیف ہو گئے تھے

چین کی اُن تاریخی کتابوں سے جو اُس عہد میں لکھی گئیں اُس ملک میں عرب کے مسلمانوں کے ورود کی بعض دوسری تفصیلات بھی معلوم ہوتی ہیں۔ اُن میں درج ہے کہ :-

"مغرب سے آنے والے غیر ملکی بڑی بڑی جماعتوں کی شکل میں چین میں پہنچے اور اپنے ساتھ اپنی مقدس کتابیں بھی لائے جن کو چین کے شاہی محل کے اُس ہال میں جو کتب مقدسہ کے لئے مخصوص ہے ایک خاص جگہ دی گئی اور اس وقت سے ان کا دین (اسلام) مملکت تانگ میں پھیلنے لگا اور لوگ علانیہ فرائض دین ادا کرنے لگے۔"

مسلم تجار چین میں

مسلمانوں میں سے جو لوگ سب سے پہلے چین میں جا کر مقیم ہوئے وہ تجار تھے جن میں سے اکثر سمندر کے راستے سے ابلہ اور سیراف دو عراقی بندرگاہوں سے وہاں گئے تھے اور شہر کنٹین، جس کو عرب خانفو کہتے تھے چین میں ان کا پہلا مرکز تھا۔ دوسرا راستہ جس سے مسلم تجار چین میں پہنچے تھے، خشکی کا تھا جو وسط ایشیا کو چیرتا ہوا جاتا ہے۔ وہ مسلمان جو اس راستے سے گئے سی نان فو (Si-nan-fu) تک پہنچ گئے جو اس وقت چین کا دار السلطنت تھا اور عرب اس کو خمدان کہتے تھے۔ اور یہ اسلام کا دوسرا قدیم مرکز چین میں تھا۔ سلیمان تاجر نے ۲۳۷ھ